نجم المکاتیب: ڈاکٹر نجم الاسلام کے خطوط

(Najm-ul-Makateeb: Letters of Dr. Najm-ul-Islam)

ڈاکٹر زاہد منیر عامر
Dr. Zahid Munir Amir
Professor, Department of Urdu
Oriental College, Punjab University, Lahore

Abstract:
Dr Najm-ul-Islam (d: ١٣ February ٢٠٠١) was a renowned scholar. He obtained his PhD from Sindh University in ١٩٦٩. He wrote valuable research articles and edited a notable Urdu research journal "Tahqeeq" for several years. He had good command on Urdu, Persian, Sindhi and English. He translated Sindhi and Persian poetry to Urdu. His collections of research articles are captioned "Deen-o-Adab", "Do Aahang" and "Mutaliat". In this article, his letters are being produced, addressed to the author of this article. These letters throw light on his scholarly attitude towards literature and style of editing a research journal.

Keywords:
Dr Najm-ul-Islam, Deen-o-Adab, Do Ahang, Mutaliat, Tahqeeq, Scholarly Letters, Sindhi Poetry, Persian Poetry, Urdu Poetry, Editing Style.

ڈاکٹر نجم الاسلام مرحوم (م: ۱۳ر فروری ۲۰۰۱ء) اردوادب کے ایک نام ور استاد اور سنجیدہ محقق تھے۔ ڈاکٹر مختارالدین احمد کے مطابق وہ ۱۹۳۳ء کے لگ بھگ سادات وشیوخ کے مشہور قصبے بجنور (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ میرٹھ کالج سے بی اے کیا۔ ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مراحل سندھ یونی ورسٹی میں طے پائے۔ انھوں نے ڈاکٹر غلام مصطفی خان کی نگرانی میں ''دبستان دہلی کی اردو نثر'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ۱۹۶۹ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ وہ بہ یک وقت اردو، فارسی، سندھی اور انگریزی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ دین و ادب (۱۹۸۹ء) دوآہنگ (۱۹۸۹ء) اور مطالعات (۱۹۹۰ء) کے ناموں سے ان کی تحقیقات پر مبنی مجموعے شائع ہوئے۔ انھوں نے انسٹی ٹیوٹ آف سندھیالوجی کے مخطوطات کی اجمالی اور وضاحتی فہارس تیار کیں اور ان سے متعلق یادداشتیں بھی رقم کیں۔ سندھی اور فارسی کے متعدد شعرا کے کلام کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ وہ ۱۹۸۷ء سے تادم آخر سندھ یونی ورسٹی کے تحقیقی مجلے

تحقیق کے مدیر رہے۔ ان کی ذمہ دارانہ اور محققانہ روشِ ادارت کے باعث، اس خدمت کو ان کے اہم علمی کاموں میں شمار کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کی عمر کا آخری مرحلہ تھا جب راقم الحروف سے ان سے خط کتابت ہوئی، اس مراسلت کا آغاز ڈاکٹر صاحب مرحوم کی جانب سے ہوا، یہ ۱۹۹۶ء کا ذکر ہے جب مجھے رسالہ تحقیق کا شمارہ ۹،۱۸ اعزازی طور پر ملا اور اس پر میری رائے طلب کی گئی، میں نے رسالے کے محتویات کو دیکھا۔ اس میں متعدد تحریریں دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچنے والی پائیں۔ اس شمارے میں ایک نہایت وقیع گوشہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی (م:۱۹۵۵ء) کی یاد میں شامل تھا اس کے علاوہ تکملہ مقالات الشعرا، سید ابوالعلا اکبر آبادی، میر رستم خان تالپور کی ایک دستاویز پر مقالے بھی شامل تھے، ڈاکٹر معین الدین عقیل کی مرتب کردہ اُردو کی اولین نسوانی خود نوشت بیتی کہانی بھی تعارف و مقدمے کے ساتھ پہلی بار اس شمارے میں شائع ہوئی، مخطوطات و متون کے گوشے بھی تھے۔ اضافات، مکتوبات، تبصرے یادداشتیں روددادیں ان سب کے علاوہ۔

یوں تو اس شمارے وقیع تحریروں کی کمی نہ تھی لیکن مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کے شائع کردہ دیوان غمگین (مطبوعہ جولائی ۱۹۹۴ء) پر ڈاکٹر نجم الاسلام کے مقالے ''دیوان غمگین کس غمگین کا ہے'' نے بطور خاص متاثر کیا جس میں انھوں نے بہت خوبی کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ لاہور سے جو دیوان مولوی عبد القادر غمگین رام پوری کے کلام کے طور پر شائع ہوا ہے دراصل میر سیّد علی غمگین کی مِلک ہے اور مولوی عبد القادر رام پوری سے اس کا انتساب درست نہیں ہے (۱) اس بات کے حق میں انھوں نے خارجی دلائل کے ساتھ دیوان میں مندرج کلام سے بھی استشہاد کیا، خارجی اور داخلی شہادتوں سے انھوں نے اپنے موقف کے حق میں جو دلائل پیش کیے وہ اتنے محکم ہیں کہ ان سے انکار آسان نہیں اور میرے علم کی حد تک اب تک ان کا جواب کسی طرف سے نہیں آیا ہے۔

میں اس مقالے سے متاثر ہوا اور میں نے اظہار پسندیدگی کے لیے تحقیق کے اس شمارے پر تبصرہ تحریر کیا جو اس زمانے میں شائع بھی ہو گیا، اس میں مَیں نے ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب کی تحریروں میں نظر آنے والی تحقیق کی روشنی کا ذکر کیا لیکن یہ تبصرہ ڈاکٹر صاحب کو بھیجا گیا نہ ان کی نظر سے گزرا۔ یہ تبصرہ ڈاکٹر صاحب کے کمال تحقیق کا اعتراف تھا میری جانب سے ان کے کمال کا اعتراف ایک اور صورت میں بھی ہوا وہ یہ کہ میں نے اپنا ایک غیر مطبوعہ مقالہ ''تدوین متن... معیاری اسلوب کی تلاش'' ان کے رسالے کے لیے ارسال کر دیا۔ مقالہ ارسال کرنے کے بعد اتنا وقت گزر گیا کہ بات رفت گزشت ہو گئی۔

۱۹۹۸ء میں، جن دنوں میرا قیام مرید کے میں تھا (یہ قیام ۲۱؍ نومبر ۱۹۹۸ء تک رہا) اور میں تعطیلاتِ گرما اور تحقیق متن میر سوز کی مصروفیت کے باعث یونیورسٹی نہیں جایا کرتا تھا، وقفے کے بعد ایک روز لاہور آیا اور شام کے وقت

یونیورسٹی اورینٹل کالج میں اپنے دفتر گیا، ایامِ غیبت میں آنے والی ڈاک دیکھی ایک نامانوس مگر دل کش خط کا حامل لفافہ ڈاک کے ڈھیر پر پڑا لو دے رہا تھا۔ کھولا تو ڈاکٹر نجم الاسلام کا مکتوب تھا پہلے کوئی مراسلت نہ تھی اس لیے اس اچانک خط سے حیرت بھی ہوئی اور مسرت بھی۔ خط میں دو برس قبل بھیجے جانے والے مقالے کی اشاعت کی خبر تھی اور میرے ایک پرانے مطبوعہ مقالے کا ایک حصہ رسالہ تحقیق میں اقتباس کرنے کی اجازت نما اطلاع، اس بات سے مکتوب نگار کی وضعداری ظاہر ہوئی اور تحقیق کی سچی قدردانی بھی۔

جواب طلب بات کا جواب لکھا گیا پھر کچھ وقفے سے تحقیق کا شمارۂ مشترکہ یازدہم و دوازدہم بہ سلسلۂ تحقیق منسوبات شائع ہو کر آ گیا اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے دستخطوں کے ساتھ اس ہیچ میرز کو ارسال فرمایا۔ میرے دونوں مقالوں کے آف پرنٹس بھی بھجوائے۔ یہ شمارہ جیسا کہ اہلِ نظر جانتے ہیں بہت وقیع تھا اور تحقیق منسوبات کے سلسلے میں ایک عمدہ دستاویز۔ میری جانب سے اس پر شکریہ کا خط گیا اور پھر وقفے وقفے سے خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا، اسی زمانے میں موصول ہونے ڈاکٹر صاحب کے خطوط، خوانندگانِ کرام کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میرے مختصر ربط کی باقی کہانی خطوط خود بیان کریں گے اور رہ جانے والے وضاحت طلب امور حواشی میں واضح کر دیے جائیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کے خطوط جیسا کہ ان کے سوادِ خط ہی سے ظاہر ہے ایک محتاط ذمہ دار اور شفاف شخصیت کا پتہ دیتے ہیں۔ مضامین ذاتی نہیں علمی ہیں۔ الفاظ کم مگر اظہارِ مدعا مکمل ہے۔ خیالات کے اظہار میں صفائی ہے اخفا نہیں۔ تحقیق سے دلچسپی اور تحقیق کی قدردانی کا اظہار کرتے ہیں۔ ہر خط کے بالائی حصے میں اپنا مراسلت کا پتا پوری وضاحت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ خطوں کے لفافوں پر بھی یہی کیفیت ہے۔ مکتوب الیہ کا نام اور پتا بھی خطوط کے آخر میں درج ہے، کبھی نام اور پتا دونوں اور کبھی محض نام۔ کوئی خط بلا تاریخ نہیں ہے اور کسی خط کی عبارت میں کوئی ترمیم و تنسیخ نظر نہیں آتی۔

آیئے اب خطوط ملاحظہ فرمائیں:

(۱)

مراسلت کے لیے:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶
لطیف آباد، حیدرآباد سندھ (۷۱۸۰۰)

۲۲-۶-۱۹۹۸

محترمی! سلام و آداب

آپ نے اپنا مقالہ ''تدوین: معیاری اسلوب کی تلاش'' رسالہ تحقیق میں اشاعت کے لیے ۱۹۹۶ء میں عنایت فرمایا تھا۔ یہ شمارہ مشترکہ دہم و یازدہم برائے ۱۹۹۶ء، ۱۹۹۷ء میں شامل ہو کر چھپ گیا ہے۔ اس کی جلد بندی ہو رہی ہے،

مارہ رواں کے آخر تک پوسٹ کر دیا جائے گا۔ از راہ کرم اپنے اس پتے سے مطلع فرمایئے جس پر رسالہ بھیجا جائے۔ خط پر پتا واضح نہیں تھا۔

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:

جناب زاہد منیر عامر صاحب

شعبہ اردو

پنجاب یونیورسٹی لاہور

پس نوشت: اس تازہ شمارے میں آپ کی ایک مطبوعہ تحریر کا متعلقہ حصہ بعنوان ’’مہربان خاں رند سے منسوب کلام کی اصالت‘‘(۲) بھی اقتباس کیا گیا ہے۔

(۲)

مراسلت کے لیے:

سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،

لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

۲۵-۸-۱۹۹۸

محترمی!

سلام و آداب

مکتوب گرامی! مورخہ ۱۷راگست موصول ہوا۔ شکریہ۔

لاہور میں اب تک کسی کتاب فروش کو یہ شمارہ نہیں دیا گیا ہے۔ کوئی قابل اعتماد ادارہ نظر میں ہو تو از راہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب کو رسالہ تحقیق کے مطبوعہ تعارف نامے کی ایک کاپی ارسال کی جاتی ہے۔ وہ چاہیں گے تو براہ راست منگوالیں گے۔(۳)

آپ نے رسالہ تحقیق کے سابقہ شمارے پر جو تبصرہ لکھ کر چھپوایا تھا، اس کی اطلاع آپ کے مکتوب سے ملی، دیکھنے میں نہیں آیا۔(۴) بسہولت مل جائے تو عنایت فرمائیں۔ تازہ شمارے پر بھی تبصرہ لکھیں تو مزید عنایت ہو گی۔

آپ کے مقالے کے آف پرنٹ تیار ہو کر آگئے ہیں، ارسال کیے جاتے ہیں۔

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:

جناب زاہد منیر عامر صاحب، لاہور

(۳)

مراسلت کے لیے:

سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ٦

لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

۱۹۹۹-۹-۲۱

محترمی! سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۱٦ر ستمبر موصول ہوا۔ شکریہ

آپ کے ڈین آفس سے دو پیکٹ مطبوعات کے ملے تھے (۵) وہ تحفتاً سندھ یونیورسٹی لائبریری کے لیے تھے جیسا کہ ڈین کے خط میں درج تھا۔ وہ سب مطبوعات لائبریرین سندھ یونیورسٹی کو بھجوادی گئی تھیں، میرے علم میں نہ تھا کہ اس کے محرک آپ تھے۔ بہر کیف، اظہار تشکر کے لیے اب یہ چند سطریں لکھتا ہوں۔ ڈین کو، پہنچنے کی اطلاع کا خط پہلے ہی لکھ دیا تھا۔

مبارک ہو، پی ایچ ڈی کے جملہ مراحل بخوبی طے کر لینے پر، یہ ایک اچھی خبر ہے جو آپ کے خط سے ملی۔ (٦)

قومی ڈائجسٹ لاہور میں شائع شدہ، آپ کے مقالے کی اقساط، جن کے بھیجے جانے کی اطلاع آپ نے دی ہے، تاحال موصول نہیں ہوئیں۔ ملنے پر ہی معلوم ہو گا کہ ایچی سن کالج سے آپ کو کیا دلچسپی ہے۔ (۷)

یہاں اسلامیات کی فیکلٹی میں اب اپنا کوئی قریبی روابط رکھنے والا نہیں رہا، کچھ تھے جو ریٹائر ہو گئے اور باہر چلے گئے یا انتقال کر گئے۔ اس لیے جو صاحب پی ایچ ڈی یہاں سے کرنے کے خواہش مند ہیں، وہ براہ راست خط و کتابت کا سلسلہ قائم کریں۔ (۸)

رسالہ تحقیق کا شمارہ ۱۲ زیر ترتیب ہے، کچھ بھیجیں اگر تیار ہو، کوشش کی جائے گی کہ ماہرانہ رائے کے لیے پروسیسنگ جلد عمل میں آجائے۔ (۹)

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:

ڈاکٹر زاہد منیر عامر، لاہور

(۴)

مراسلت کے لیے:
سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶
لطیف آباد، حیدرآباد سندھ (۷۱۸۰۰)

۵-۱۰-۱۹۹۹

محترم عامر صاحب!

سلام و آداب

آپ کا فیکلٹی جرنل (۱۹۹۹ء) کل کی ڈاک سے موصول ہوا۔(۱۰) ذوق و شوق سے دیکھا اور مستفید ہوا، اس مرتبہ بہتری بہت کچھ نمایاں ہے۔ میرا خیال ہے کہ ماہرین کی رائے کے نظام میں بھی بہتری آئی ہے اور یہ بخوبی موثر ہے۔ رسالے کے ساتھ آپ کا رقعہ بھی ملا، شکریہ۔ سابقہ مکتوب کا جواب میری طرف سے ملا ہوگا، ۲۱ر ستمبر کو لکھ چکا ہوں۔ ایچی سن کالج سے متعلق آپ کا مقالہ، جس کا ذکر آپ کے مکتوب مورخہ ۱۶ر ستمبر میں تھا، کیا اس مقالے کے علاوہ ہے جو آپ کے مجلہ تحقیق کے تازہ شمارے میں ''حالی کا قیام لاہور... ایک اور زاویہ'' کے عنوان سے شامل ہے؟(۱۱)

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:
جناب ڈاکٹر زاہد منیر عامر، نائب مدیر مجلہ تحقیق
کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ،
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، اولڈ کیمپس، لاہور

(۵)

سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶،
لطیف آباد، حیدرآباد سندھ (۷۱۸۰۰)

۳۰-۷-۲۰۰۰

محترم زاہد منیر صاحب!

سلام و آداب

گرامی نامہ مورخہ ۲۰ر مئی موصول ہوا تھا۔ شکریہ وہی اس وقت پیش نظر ہے۔

میر سوز کے سال ولادت کی تصحیح سے متعلق آپ کا مختصر مضمون زیر طبع شمارے میں شامل ہے۔ رسالے کی طباعت میں تاخیر ہوگئی ہے جیسا کہ سرکاری رسالوں کی طباعت میں ہو جاتی ہے۔ چھپنے پر پیش کیا جائے گا۔...... صفحات میں

سے ۵۷۶ چھپ چکے ہیں۔

میں نے ایک مبسوط اور بھرپور تحقیقی مضمون چاہا تھا، میری یہ خواہش اب بھی تشنۂ تکمیل ہے۔

قومی ڈائی جسٹ کے دونوں شمارے (جولائی، اگست ۱۹۹۸ء) (۱۲) مل گئے تھے، جن میں اپچی سن کالج کی کہانی آپ نے لطف و لذت کے ساتھ سنائی ہے۔

میری ناچیز رائے میں تو ڈائی جسٹوں کے ساتھ فاصلہ قائم رکھنا زیادہ مفید ہے۔ (۱۳)

مخلص: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:

جناب ڈاکٹر زاہد منیر عامر صاحب

استاد شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

(۶)

مراسلت کے لیے:

سی ۲۷، بلاک سی، یونٹ نمبر ۶

لطیف آباد، حیدر آباد سندھ (۷۱۸۰۰)

۱۰-۱۱-۲۰۰۰

مکرمی و محترمی!

سلام و آداب

گزشتہ ماہ اکتوبر میں رسالہ تحقیق کے تازہ شمارے (شمارہ مشترکہ ۱۳-۱۲) کا ایک نسخہ آپ کی خدمت میں ڈاک کے ذریعے بھیجا گیا تھا، ملا ہو گا۔ از راہ کرم، پہنچنے کی اطلاع سے مشرف فرمائیں۔

ملتمس ہوں کہ ہمارے فائدے کے لیے، اپنے تاثرات سے بھی آگاہ فرمائیں، ہمیں رہنمائی ملے گی۔ (۱۴)

نیاز مند: نجم الاسلام

بخدمت گرامی:

جناب ڈاکٹر زاہد منیر عامر صاحب

استاد شعبۂ اُردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

نوٹ: اس شمارے میں آپ کا ایک مختصر مقالہ شامل ہے۔ آئندہ شمارے کے لیے کوئی مبسوط مقالہ عنایت فرمائیے۔ شکریہ۔ (۱۵)

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر زمرد کوثر صاحبہ، ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونی ورسٹی فیصل آباد، راقم کی نگرانی میں اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی سطح کا تحقیقی کام کر کے ۲۰۰۸ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی، افسوس کہ اب ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں۔

۲۔ احقر کا ایک مضمون ''دیوان میر سوز اور الحاقات (ایک مخطوطے کا تعارف)'' کے عنوان سے کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ریسرچ جرنل مجلہ تحقیق میں ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا تھا جس کے ایک ذیلی مبحث میں نواب مہربان خان رند کے کلام کی حقیقت بھی واضح کی گئی تھی مرحوم کو غالباً یہ تحقیق پسند آئی اس لیے انھوں نے اس مضمون کا متعلقہ حصہ ''مہربان خان رند سے منسوب کلام کی اصالت'' کے عنوان سے رسالہ تحقیق میں اقتباس کیا، یہ عنوان خود مرحوم کا تجویز کردہ ہے۔

۳۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب، جو ایک مدت تک اوساکا یونیورسٹی، جاپان میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، ان دنوں جاپان سے پاکستان آئے ہوئے تھے، انھیں تاریخ ادب کی تصنیف کے دوران اس شمارے کی ضرورت تھی۔ لاہور میں کسی کتاب فروش کے ہاں رسالہ دستیاب نہ تھا۔ یہ صورتِ حال ڈاکٹر صاحب مرحوم سے عرض کی گئی تھی۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری صاحب کی کتاب اردو ادب کی تاریخ ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک کے عنوان سے ۲۰۰۳ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۔ یہ تبصرہ ماہ نامہ ترجمان القرآن لاہور کے شمارہ ستمبر ۱۹۹۶ء میں شائع ہوا۔

۵۔ محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحب کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی کی ڈین آف فیکلٹی کے منصب پر فائز ہوئیں (تاریخ تقرریز: ۱۶/ نومبر ۱۹۹۷ء جوائننگ ۶/ فروری ۱۹۹۸ء، ریٹائرمنٹ ۳۱/ جنوری ۲۰۰۱ء) تو انھوں نے چاہا کہ اہلِ علم کو فیکلٹی کی مطبوعات کا تحفہ بھیجا جائے اس سلسلے میں مجھے اہلِ علم کی نشان دہی اور ان کے پتوں کی فراہمی کے لیے کہا گیا۔ میں نے جن اہلِ علم کے نام اور پتے فراہم کیے ان میں ڈاکٹر صاحب مرحوم بھی شامل تھے۔

۶۔ کلیات میر سوز...ترتیب و تدوین کے عنوان سے احقر نے اپنا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ۱۲/ ستمبر ۱۹۹۸ء کو پنجاب یونیورسٹی کو پیش کیا، مختلف دفتری مراحل سے گزرنے کے بعد اس پر ۳۱/ اگست ۱۹۹۹ء کو زبانی امتحان منعقد ہوا جس کے بعد ۳/ ستمبر ۱۹۹۹ء کو پی ایچ۔ڈی کا نوٹی فی کیشن جاری کر دیا گیا۔ اس امر کی اطلاع ڈاکٹر صاحب کو دی گئی تھی جس کا یہ جواب انھوں نے لکھا۔ اب یہ مقالہ مجلس ترقی ادب لاہور سے دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

۷۔ احقر نے ۲۳/ اکتوبر ۱۹۹۳ء سے ۱۲/ ستمبر ۱۹۹۴ء تک پنجاب کے مشہور اور قدیم تعلیمی ادارے اپچی سن کالج لاہور میں تدریسی فرائض انجام دیے، اس دوران اس ادارے کی تاریخ سے دل چسپی پیدا ہو گئی، ادارے سے ملازمت کا

تعلق تو ۱۹۹۴ء میں پنجاب پبلک سروس کمیشن کی ملازمت اختیار کر لینے پر ختم ہو گیا لیکن وہاں قیام کے خوش گوار دنوں کی یاد تازہ رہی اور اسی ادارے کی تاریخی اہمیت سے دل چسپی بھی برقرار رہی جس کا نتیجہ ایک طویل تحریر کی صورت میں نکلا جو "چار موسم۔ایچی سن کالج میں" کے زیر عنوان ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور میں جولائی، اگست ستمبر ۱۹۹۹ء کے شماروں میں شائع ہوئی۔ بعد ازاں یہی تحریر ملک اینڈ کمپنی لاہور سے ۲۰۰۴ء میں کتابی صورت میں بھی شائع ہو گئی۔

۸۔ احقر کے ایک پڑوسی یہ خواہش رکھتے تھے، انھیں یہ مشورہ دیا گیا۔

۹۔ ڈاکٹر صاحب کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے "میر سوز...سال ولادت کی تحقیق" کے زیر عنوان ایک مضمون ارسال کر دیا گیا۔

۱۰۔ کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے مجلہ تحقیق کا ذکر ہے جس کا میں نائب مدیر رہا اور میں نے اس کی شکل و صورت سے لے کر معیار تحقیق تک میں تبدیلی کی کوشش کی مگر بعد ازاں بوجوہ میں اس ذمہ داری سے دستکش ہو گیا۔

۱۱۔ "چار موسم۔ایچی سن کالج میں" کے زیر عنوان جو مضمون لکھا گیا تھا اس میں بھی حالی کے قیام ایچی سن کا ذکر ہے لیکن یہ اس موضوع پر ایک الگ مقالہ ہے جو، اب احقر کی کتاب جہات میں شامل ہے (شائع کردہ کلیۂ علوم اسلامیہ و شرقیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۲۰۰۰ء)

۱۲۔ یہ مضمون دو اقساط میں نہیں تین اقساط میں مکمل ہوا اور ڈاکٹر صاحب کو تینوں اقساط کے عکس ارسال کیے گئے یعنی جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۹۹ء

۱۳۔ ڈاکٹر صاحب کا ارشاد درست ہے، یہ تحریر ڈائجسٹ کے لیے نہیں لکھی گئی تھی، یہ تحریر لکھے جانے کے بعد ایک رفیق کار کے علم میں آ گئی جنھوں نے خواہش اور اصرار کر کے اسے اپنے ڈائجسٹ کے لیے حاصل کر لیا۔

۱۴۔ اپریل ۲۰۰۰ء سے یونیورسٹی میں احقر کی مصروفیات میں کچھ اضافہ ہو گیا جس کے باعث بہت سے کام متاثر ہوئے اس لیے میں ڈاکٹر صاحب کو رسالے کی رسید دے سکا نہ اپنے تاثرات سے انھیں آگاہ کر سکا۔

۱۵۔ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی تھی کہ پیغام اجل آن پہنچا ع

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد